

تو میری چاہت

از قلم کیو بی آرائیں

مکمل ناول

شاہ ہاوس کے لان میں شام کے سائے اترے ہوئے تھے۔ لان میں رکھی ہوئی سب کرسیاں خالی پڑی تھیں سوائے ایک کے جس پر بینش بیٹھی ہوئی تھی وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر بڑی دلچسپی سے کچھ دیکھنے میں مصروف تھی۔

اسے وہیں چھوڑ کر سامنے نظر آنے والی تین کمروں کی کھڑکیوں میں سے درمیان والے کمرے کی کھڑکی میں جھانکو تو اندر کا منظر صاف دیکھائی دیتا ہے۔

وہ دیوار سے ٹیک لگائے کاریٹ پر بیٹھا ہے۔ بھوری آنکھیں گود میں رکھے کاغذ پر جمی ہوئی ہیں اور ہاتھ تیزی سے چل رہے ہیں۔ وہ مہارت سے کاغذ پر اس چہرے کے نقش اتار رہا ہے جو اسکے خیالوں میں اکثر رہتا ہے۔

ایکدم سے وہ اپنا ہاتھ روک لیتا ہے، اور کاغذ پر ایک نظر ڈال کر مسکراتا ہے۔ وہ بغیر دیکھے بھی جانتا ہے کہ وہ اسکیچ پرفیکٹ ہے کیونکہ وہ پچھلے پانچ سال سے اس چہرے کے علاوہ کچھ نہیں بنا پایا۔

گاڑی کے ہارن کی آواز پر چار سالہ ماہرہ بھاگتی ہوئی باہر کی طرف آتی ہے اور اسے دیکھ کر بے اختیار پکارتی ہے۔

جگنو!!!!!!

ہاں وہ اسے جگنو ہی پکارتی ہے کیونکہ اسے جگنو کو کسی ریلیشن شب ٹائیٹل سے پکارنا پسند نہیں ہے۔

میرا بے بی! جگنو نے جھک کر اسکے دونوں گال چومتے ہوئے کہا، اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اندر کی جانب جانے لگی۔

سامنے لاؤنج میں دادی بیٹھی ہوئی تھیں اور انکے قریب ہی ماما اور چھوٹی ماما بیٹھی ہوئی تھیں۔

وہ انکے قریب رکھے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ اسکے چہرے سے تمھکن واضح ظاہر ہو رہی تھی۔ ماہرہ مسلسل بول رہی تھی اسے اپنے سارے دن کے قصے سنانے میں مصروف تھی۔

ماہرہ بیٹا جگنو تھکی ہوئی ہے آپ بعد میں باتیں کر لینا۔ چھوٹی ممانے ماہرہ کی فراٹے بھرتی زبان کو!! لگام ڈالی

اب کیا کرے بچی بیچاری سارا دن اکیلی رہتی ہے بن ماں کے! اسی میں اپنی ماں ڈھونڈتی ہے! اسی لئے کہتی ہوں شادی کروا دو اسکے باپ کی یا اللہ! وہ بے اختیار کراہی، کیونکہ اب دادی اپنے مخصوص انداز میں شروع ہو چکی تھیں۔

ماں جی آپ کے گھٹنوں میں درد تمھانہ اب جگنو کو بتائیں اور کوئی دوا لے لیجئے! اسکی ممانے اپنی! ساس کا دھیان بٹانے کیلئے کہا کیونکہ وہ سب اس ٹاپک سے بے زار ہو چکے تھے

بچی بیچاری پر سارا بوجھ ڈالا ہوا ہے احمر نے سارا دن اسپتال میں ڈیوٹی دیتی ہے پھر گھر آکر ماہرہ کو بھی دیکھتی ہے اب ہم بیمار بھی اس پر اپنا بوجھ ڈال دیں احمر نے تو شکل دیکھنا بھی چھوڑ دی ہے مجھے! یہ آتا ہے تو اسے کہنا دادی بلوارہی ہے میں کرتی ہوں صاف بات کہ بس اب بہو لے آئے گھر میں۔

اس سے زیادہ سننے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ اور دادی آج بخشنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ یہ تکرار کوئی نئی نہیں تھی پچھلے تین سالوں سے یہی بحث چل رہی تھی دادی اور بھائی کے!!! درمیان۔ نہ دادی ہار مانتی تھی اور نہ احمر بھائی دادی کی بات مان رہے تھے

اسلام علیکم ڈیڈ! ٹریک سوٹ میں ملبوس بھاگتے ہوئے عمر انکے برابر آگیا۔ وہ بے اختیار مسکرا دیے۔

اوائے ہوئے اکیلے اکیلے مسکرایا جا رہا ہے۔ عمر نے انکو چھیڑنے کے انداز میں کہا۔ وہ بہت سخت قسم کے باپ نہیں تھے مگر ایک رعب انہوں نے اپنی اولاد پر رکھا ہوا تھا لیکن اب جب عمر اپنی زندگی میں کسی مقام پر پہنچ گیا تھا تو ان کے درمیان اب دوستانہ تعلقات استوار ہو چکے تھے۔ اور یہ تعلق انکی تنہائی میں خلل ڈال چکا تھا۔

ڈیڈ کیا بات ہے آپ آجکل بڑے خوش خوش نظر آرہے ہیں۔ عمر نے رازداری سے پوچھا۔
کرنل ذوہیب نے اسکی بات کا اثر نہیں لیا بس وہ مسلسل مسکرا رہے تھے۔

ڈیڈ!!! عمر احتجاجی آواز میں بولا

کرنل ذوہیب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

میں پوچھ رہا ہوں کچھ آپ سے۔ عمر نے سنجیگی سے کہا۔ آپ مجھ سے سب کچھ شیئر کر سکتے ہیں ڈیڈ۔

یہی چیز عمر جو آپ جاننا چاہ رہے ہیں وہ یہی چیز ہے، میرا بیٹا اب میرے برابر آگیا ہے۔ سالوں اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے کے بعد بالآخر مجھے لگتا ہے کہ اب میں اکیلا نہیں ہوں مجھے ایک بہترین دوست مل گیا ہے۔

یہی وجہ ہے میری خوشی کی۔ کرنل ذوہیب سنجیگی سے بولے۔

ڈیڈ وہ۔۔۔۔۔ عمر نے جھجھک کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

آپ کیا جاننا چاہ رہے ہیں عمر؟ کرنل ذوہیب نے گویا اسکی مشکل آسان کی۔

ڈیڈ یہ آپکا آبائی شہر ہے میں تو کچھ دن کے بعد چلا جاؤں گا چھٹی ختم ہونے پر لیکن۔۔۔۔۔ وہ ذرا رک کر بولا کہ مبادا انکو برا ہی نہ لگ جائے۔

آپکا کوئی رشتہ دار تو ہوگا نہ جن سے آپ رابطہ کر سکیں۔

ہاں رشتہ دار تو ہیں !!! کرنل ذوہیب نے پرسوج انداز میں کہا، انکا چہرہ انکے گہری سوچوں میں ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔

تو آپ ان سے مل لیجئے نہ۔ عمر نے بے ساختہ کہا۔

مل لوں گا۔ کرنل ذوہیب مبہم انداز میں بولے۔

اگر میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔ عمر نے خوش دلی سے آفر کی وہ جانتا تھا کہ ڈیڈ انکار کر دیں گے۔

ہاں تمہاری ہی مدد کی ضرورت ہے۔ وہ پراسرار لہجے میں بولے تو عمر نے بے اختیار انکے بے تاثر چہرے کی طرف دیکھا۔ تب سے وہ دونوں ساتھ ساتھ جاگنگ کر رہے تھے کرنل ذوہیب عمر سے تھوڑا آگے ہو کر جاگنگ کرنے لگے جو کہ اس بات کا واضح اشارہ تھا کہ اب وہ اکیلے جاگنگ کرنا چاہتے ہیں۔

وہ اسٹڈی ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی نظر سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر جمی ہوئی تھی۔ جبھی دروازہ ناک ہوا اور اسکی چھوٹی بہن اندر آئی۔

نایاب!! رملہ نے پکارا

ہوں!! نایاب نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹائے بغیر بس ہوں کہنے پر ہی اکتفا کیا۔

تم نے چیخ نہیں کیا! رملہ خفگی سے بولی۔

کر لیتی ہو یار! نایاب لاپرواہی سے گویا ہوئی۔

عمر آیا ہے مل لو آکر!! رملہ نے کہا۔

اف پہلے نہیں بتا سکتی تھی نایاب بے صبری سے بولی اور باہر کی طرف کو لپکی۔ رملہ مسکرا دی اسے پتا تھا نایاب ایسا ہی کرے گی آخر عمر اسکا بیسٹ فرینڈ جو تھا۔ رملہ نے ہاتھ بڑھا کر اسٹڈی ٹیبل کے ایک کونے میں پڑی ٹوکری میں رکھے کاغذوں میں سے ایک اٹھایا اور کھول کر مسکرا دی!!! وہ نایاب کا چہرہ تھا اور یہ کس نے اسکیج کیا تھا وہ اچھے سے جانتی تھی

ہیلو عمر! نایاب لاونج میں داخل ہوتے ہی بولی۔

چچ کتنی سست ہو تم نایاب چیخ بھی نہیں کیا۔ عمر نے اسے چڑانے کے انداز میں کہا، وہ
آرمی کی مخصوص خاکی ساڑھی میں ملبوس تھی۔

تم بھی تو یونیفارم میں ہو بھئی! تم کو کیا کہوں میں۔ نایاب مصنوعی خفگی سے بولی۔

!میں تو جارہا ہوں

اتنی جلدی! نایاب نے حیرانگی سے کہا۔ ابھی تو تمہاری چھٹیاں تھی نہ۔۔۔۔۔

ہاں لیکن اب پوسٹنگ آگئی ہے، کھاریاں کی۔۔۔۔۔ عمر نے کہا۔

اچھا۔ نایاب نے سر ہلایا۔

عمر پچھو کیسی ہیں؟ رملہ نے پوچھا۔

مما ٹھیک ہیں، ہمارا پلین تھا کل کا تم لوگوں کی طرف آنے کا مگر اب تو میں جارہا ہوں۔ عمر نے
تفصیل سے بتایا۔

اچھا بھئی میں چلتا ہوں اب! عمر نے کہا۔

ہاں صارم میں نکل رہا ہوں بس۔۔۔۔۔ وہ فون پر بات کرتا ہوا جارہا تھا۔ نایاب اور رملہ ادا سی سے
دیکھ رہیں تھیں۔

وہ سب آج لان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے کرسیاں اتھا کر ایک کونے میں رکھ دی تھی جن پر دادی جگنو کی ماما چھوٹی ماما اور جگنو کی ماما جو کہ انکی پھھو بھی ہیں بیٹھی ہوئیں تھی۔

اور سامنے کا منظر کچھ یوں تھا کہ جگنو کی آنکھوں پر دوپٹہ کس کر باندھا ہوا تھا اور جگنو سب کو پکڑنے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جارہی تھی۔

احمر جس نے ماہرہ کو اٹھایا ہوا تھا، چھوٹی ماما کے جڑواں بیٹے ارمغان اور افنان اور پھھو کی بیٹیاں ماہم اور مریم، نے جگنو کے ناک میں دم کر رکھا ہے جگنو کسی کو بھی پکڑنے میں ناکام رہی جھی ماہم نے جگنو کے کندھے کو تھپتھپایا اور بھاگے لگی جگنو نے اسکا بازو قابو کر لیا اور یکدم!! کھینچ کیا جس کے نتیجے وہ دونوں زمین بوس ہو گئیں

!! سب کے قہقہے بلند ہو گئے۔ جس میں ان دونوں کے قہقہے سب سے بلند تھے جگنو نے اپنی آنکھوں پر باندھی پٹی کھینچ کر اتار دی۔

جگنو تم بچپن سے لیکر آج تک نکمی ہی رہی۔ احمر بھائی نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
بھائی بس کریں! جگنو احتجاجی آواز میں چلائی۔ جبکہ سب دبی دبی آواز میں ہنسے۔

دادی یہ آپ بھائی کی شادی کیوں نہیں کروا دیتی! جگنو نے اپنا بدلہ اتارنے کیلئے کہا۔

میں نے سوچ لیا ہے! دادی نے اعلانیہ انداز میں کہا۔

پہلے میں جگنو کی شادی کرواں گی۔

جگنو نے شاکی نظروں سے دادی کو دیکھا جن کے چہرے پر سنجیدگی کے علاوہ کچھ نہیں تھا، پھر احمر بھائی کی طرف دیکھا جو کہ اسی کی تپا دینے والی مسکراہٹ سے دیکھ رہے تھے۔

اللہ بخشے میرے ابا حضور کو! میں 15 سال کی تھی میں تبھی شادی کر دی تھی میری! دادی اپنے مخصوص انداز میں بولی۔ اور یہاں بچی 24 سال کی ہو گئی ہے کسی کو فکر ہی نہیں۔۔۔۔

دادی!!!! جگنو خفگی سے بولی۔

اور اب کی بار سب کے ساتھ دادی کے قہقہے بھی شامل تھے۔

آپ بہت خراب ہیں دادی آپ بھی انکے ساتھ مل گئی ہیں۔ جگنو نے منہ بگاڑ کر کہا اور واک آؤٹ کر گئی۔

جب کہ باقی سب اپنی ہنسی قابو کرنے کی کوشش میں تھے۔

دادی نے دل ہی دل میں سب کی نظر اتاری۔ ایک عرصے کے بعد سب اس طرح سے اکٹھے ہوئے تھے۔

وہ ابھی وارڈ سے فارغ ہو کر اسٹاف روم میں آئی تھی جب اسے ان کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ اپنے سینئر ڈاکٹر سے اجازت لے آئی اور اب ان کے ساتھ قریبی ریسٹورنٹ میں بیٹھی تھی۔

اپنے سیاہ کندھوں سے بالشت بھر نیچے تک آتے بے حد اسٹریٹ بالوں کو کچر میں مقید کیے ہوئے نیلی پینٹ اور سفید کرتی میں ملبوس وہ ان کے سامنے ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بڑے اعتماد سے بیٹھی اپنے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ میں سے بریانی کھانے میں مصروف تھی جیسے اس سے اہم کام ہی نہ ہو کوئی دنیا میں۔ چہرے سے بے نیازی چھلک رہی تھی جو کہ لگے انسان کو تپانے..... کیلئے کافی ثابت ہوتی، کم از کم وہ تو اس طرح کے لوگوں کے منہ نہ لگتے دوبارہ

مگر سامنے بیٹھی لڑکی کی بات الگ تھی، وہ انہیں کبھی بری نہیں لگی تھی۔

جگنو آپ میرے بیٹے سے شادی کرلو..... انہوں نے بالآخر سوچ سمجھ کر مدہم لہجے میں کہا۔

ان کی بات پر جگنو ایک مٹے کے لئے ٹھٹھکی اسکے ہاتھ سے چمچ چھوٹ کر پلیٹ میں گر گیا، مگر لگے ہی مٹے وہ سنبھل گئی اور بے اختیار ہنسنے لگی ہنستے ہنستے اسکی آنکھوں میں پانی آگیا۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنی ہنسی پر قابو پایا اور انکی طرف دیکھا جو کہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

آپ دنیا کہ پہلے انسان ہوں گے جو کسی لڑکی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر اپنے بیٹے کیلئے پرواز کر رہے ہیں۔ جگنو کے معصومانہ انداز پر وہ مسکرا دیے۔ انہیں وہ بہت عزیز تھی۔

بالے داوے میں سوچ رہی ہوں آپ یہ بات دادی سے کریں گے تو انکا کیا ری ایکشن ہوگا۔ جگنو سنجیگی سے بولی۔

آپ ہاں کرو بیٹا میں سب سنبھال لوں گا آئی پرامس۔ کرنل ذوہیب نے شفقت سے کہا۔

میرا بیٹا بہت اچھا ہے بہت خیال رکھے گا آپکا۔ وہ جگنو کو خاموش دیکھ کر مزید گویا ہوئے۔

ویل آپ گھر آکر دادی بابا اور بھائی سے بات کر لیں پھر جیسا وہ مناسب سمجھیں۔

جگنو کی بات سے انکے چہرے پر بے ساختہ خوشی محسوس کی جا سکتی تھی۔ انہیں خوش دیکھ کر جگنو پھیکا سا مسکرا دی۔

آر یو شیور ذوہیب چاہو کہ آپ یہی کرنا چاہ رہے ہیں؟ احمر نے سنجیگی سے پوچھا۔

یس بیٹا، میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے، اگر آپکو کوئی اعتراض ہے تو آپ بتا سکتے

!ہو

نہیں چلو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا، عمر اچھا لڑکا ہے میں تو باقی سب کی وجہ سے کہہ رہا تھا۔

بس تو پھر ٹھیک ہے میں آؤں گا کچھ دنوں میں تمہاری طرف پھر دیکھتے ہیں کیا صورتحال بنتی ہے۔ کرنل ذوہیب بولے۔

شب کی تنہائی میں اب تو اکثر
گفتگو تجھ سے ہی رہا کرتی ہے
دل کو اس راہ پر چلانا ہی نہیں
جو مجھے تجھ سے جدا کرتی ہے

سیاہ رات چار سو پھیلی ہوئی ہے۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔

ایک بے حد مصروفیت بھرا دن گزارنے کے بعد اور بے حد تمھکا ہوا ہونے کے باوجود وہ عام
لوگوں کی طرف بستر لیٹتے ہی سو جانے میں ناکام رہا ہے۔

ایک بار پھر اس کے ہاتھ تیزی سے وہی چہرہ اسی طرح کر رہے ہیں۔ اسکی بھوری آنکھوں میں ایک چمک سی ہے جو صرف اس چہرے کو بناتے ہوئے ہی در آتی ہے۔

شاید میں اپنی ساری زندگی یہ چہرہ اسی طرح اسیچ کرتا رہ جاؤں گا۔ اس نے ہلکا سا مسکرا کر سوچا۔

ہلکی سی آہٹ پر اس نے برق رفتاری سے اس کاغذ کو رول کیا اور اسکی جگہ پر رکھنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی وہ اسکے ہاتھ سے بنا اسیچ دیکھے۔

ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے نایاب اور رملہ اپنی پھپھو (عمر کی ماما) کے گھر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھیں۔

ٹی لاونج میں رکھے صوفوں پر بینش، سارہ (عمر کی بہنیں) اور رملہ ، نایاب بیٹھی باتوں میں مصروف تھیں۔ اور ایک طرف رکھے سنگل صوفے پر عمر براجمان تھا وہ اپنے موبائل پر مصروف تھا گاہے بگاہے ان چاروں پر بھی نظر ڈال لیتا۔

تیز بخار ہونے کی وجہ سے وہ چھٹی لے کر پنڈی ہی آگیا تھا ورنہ اتنی جلدی نہ وہ چھٹی لیتا نہ ہی ملنی تھی۔

کرنل ذوہیب لاونج میں آئے تو چاروں لڑکیاں اٹھ کر بینش اور سارہ کے مشترکہ کمرے میں چلی گئیں۔

عمر مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ کرنل ذوہیب باتوں ہی باتوں میں سنجگی سے گویا ہوئے۔
عمر الرٹ ہو کر بیٹھ گیا۔

میں چاہتا ہوں اب آپ شادی کر لو! کرنل ذوہیب سنجگی سے بولے۔ جبکہ عمر نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

میں نے آپ کیلئے ایک بہت اچھی لڑکی پسند کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ حیران ہوں گے کیونکہ میں نے کبھی آپ کی اجازت اور پسند کے بغیر آپکی زندگی کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی۔

ڈیڈ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ عمر نے گہری سانس بھر کر انکی بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔ جبھی اسکا فون بج اٹھا۔

ہاں صارم کدھر ہو تم؟ اچھا ٹھیک ہے میں پانچ منٹ میں پہنچتا ہوں۔

اچھا ڈیڈ میں چلتا ہوں اب صارم کی طرف مل آؤں اس سے بھی۔ عمر نے موبائل جیب میں ڈالنے ہوئے کہا۔

پھر کب چل رہے ہو میرے ساتھ ان کے گھر؟ کرنل ذوہیب نے پوچھا

جب آپ بولیں ڈیڈ۔

عمر نے کہا اور باہر کی طرف کو جانے لگا جبھی اسکی نظر نایاب پر پڑی جو کہ حیرت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ عمر اسے نظر انداز کرتا ہوا باہر چلا گیا۔

ناياب جسکا فون وہیں رہ گیا تھا وہی لینے آئی تھی بے دلی سے واپس چل دی۔

یہ کیا کر رہا ہے عمر؟ پاگل ہو گیا ہے یہ کیا؟ نایاب نے سخت بے چینی سے سوچا۔ وہ جانتی تھی کہ عمر بہت فرمانبردار ہے مگر جو آج وہ کر رہا ہے یہ نایاب کو بے وقوفی لگ رہا تھا۔ کوئی بھی شخص عمر سے نایاب سے یا ان کے آس پاس رہنے والوں سے پوچھتا کہ عمر کو سب سے زیادہ کون جانتا ہے تو جواب ہوتا نایاب

مگر نایاب کو لگ رہا تھا کہ وہ عمر کو بالکل بھی نہیں جانتی۔ وہ کبھی عمر کو سمجھ ہی نہیں پائی کلاس تک ایک ساتھ پڑھے تھے اور بیسٹ فرینڈ تھے ایک th تھی باوجود اسکے کہ وہ 12 دوسرے کے، نایاب اسکو سمجھنے سے قاصر تھی

وہ اپنے گاڑی کو تقریباً اڑاتے ہوئے بار بار انہی سرکوں کے چکر لگا رہا تھا۔
چہرہ جو کرنل ذوہیب کے سامنے پرسکون تھا اب اس سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

ایک آگ تھی جو اس کے اندر جل رہی تھی ایک آگ تھی جو وہ باہر کی ہر چیز کو لگا دینا چاہتا تھا۔
رات کے نو بجے وہ گھر واپس لوٹا لاونج میں نایاب بیٹھی ہوئی تھی۔ جو اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔
عمر تم۔۔۔۔

ناٹ آگین پلیز! عمر نے بیزاری سے اسے ٹوکا۔ اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ نایاب
وہیں کھڑی رہ گئی۔

کمرے میں آکر وہ ایک بار پھر اپنے من پسند مشغلے میں مشغول ہو گیا۔
عمر کے ہاتھوں میں وہی روانی تھی، اسکے ہاتھوں سے بننے والا وہی چہرہ تھا، مگر اس بار وہ کینوس
پر پینٹ کر رہا تھا۔

پینٹنگ مکمل کرنے کے بعد وہ اس پینٹنگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایسا لگ رہا تھا وہ پینٹنگ نہیں
اصل چہرہ ہے جو اسکی طرف دیکھ رہا ہے جو اس نے باتیں کرنے لگے گا۔

نجانے کب تک وہ یونہی اپنی بنائی ہوئی پینٹنگ دیکھتا رہا اسے احساس نہیں ہوا کہ کب اسکی آنکھیں بند ہو گئیں۔

تیز دھوپ اسکی آنکھوں میں پڑ رہی تھی اس نے بیزاریت سے آنکھیں کھولی وہ کاریٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ وال کلاک پر نظر ڈالی تو 3 بج رہے تھے۔

وہ برق رفتاری سے اٹھا، اسے اچھے سے یاد تھا جب وہ کمرے میں آیا تھا تب سب پردے کھڑکیوں پر گرے ہوئے تھے۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا تو پرسکون سانس لیا۔ بغیر اجازت کے اسکے کمرے میں صرف اسکی ماما داخل ہو سکتی تھی اور وہی داخل ہوئی تھی۔

وہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی ہاتھ میں وہ پینٹنگ پکڑے اسے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ انکے گھٹنے سے سر لگا کر بیٹھ گیا۔

عمر تم نے انکار کیوں نہیں کیا اپنے بابا کو؟ اسکی ماما نے پوچھا۔

کیونکہ مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اس نے دھیرے سے کہا۔

عمر تم پاگل ہو کیا تم اسے پسند کرتے ہو اسے۔ انہوں نے پینٹنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

مما میں اس سے شادی نہیں کر سکتا یہ بات میں آپکو بہت پہلے ہی بتا چکا ہوں اور مجھے شادی کرنی نہیں تھی جیجی میں نے اس سے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔۔۔۔۔ عمر اپنی الماری سے کپڑے نکالے ہوئے بولا۔

آخر کیوں عمر؟

مما کھانا نہیں کھلائیں گی؟ چکن پلاو بنائیے گا پلیز۔۔۔ عمر انکے قریب آیا اور انکا ماتھا چومتے ہوئے بولا

باقی سب کیا کر رہے ہیں؟ عمر نے پوچھا۔

رملہ نایاب چلی گئیں جنکہ سارہ اور بینش ٹی وی دیکھ رہی ہیں۔

اف ف نایاب ناراض ہو گئی ہوگی۔ ایک دم اسکے دماغ میں جھماکہ ہوا اپنی ہر سوچ کو جھٹک کر وہ واش روم میں گھس گیا۔

یہ دونوں باپ بیٹا کم از کم میری تو سمجھ سے باہر ہیں۔ وہ بڑبڑاتی ہو کمرے سے نکل گئیں۔

ناایاب کیا ہوا ہے تمہیں؟ رملہ نے تنگ آکر پوچھا وہ کب سے دیکھ رہی تھی نایاب ایک جگہ پر ہی نظریں ٹکائے گم صم بیٹھی تھی۔

کیا کچھ کہا تم نے؟ نایاب نے چونک کر پوچھا۔

تمہارا عمر سے جھگڑا ہوا ہے کوئی؟ رملہ نے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

ناياب نے نفی میں سر ہلا دیا۔

پھر کیا ہوا ہے رملہ نے پوچھا۔ نایاب کچھ نہیں بولی سر جھکائے بیٹھی رہی۔

ایکدم رملہ کی نظر اسکے خم ہاتھوں پر گئی تب اسے احساس ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔

ناياب کیا ہوا ہے۔ رملہ نے گھبرا کر پوچھا۔ نایاب اس کو جواب دینے کے بجائے ہچکیوں سے رونے

لگی۔ رملہ نے اسے رونے دیا۔ کافی دیر کے بعد رملہ نے پانی کا گلاس اسکی طرف بڑھایا۔

پانی پینے کے بعد نایاب اٹھ کر واشروم کی طرف بڑھ گئی اسے اندازہ تھا کہ رونے کے بعد اسکا چہرہ کا منظر پیش کر رہا ہوگا۔

ناياب نے پانی پینے کے بعد گلاس اپنی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا، رملہ وہ کلاس اٹھانے کی نیت

سے آگے بڑھی جیسی اسکی نظر نایاب کی ڈائری پر پڑی، کسی کی ٹوہ لینا اسکی فطرت نہیں تھی

لیکن ڈائری پر سرسری نظر پڑنے کے بعد وہ خود کو روک نہیں سکی۔

، کیوں نظر انداز کرتا ہے وہ مجھے میں آج تک سمجھ نہیں سکی

کیا وہ آج تک میری آنکھیں نہیں پڑھ سکا۔

کیا اسے دیکھ کر میرے چہرے پر جو چمک آتی ہے وہ اسے نظر نہیں آتی۔۔۔۔

کیا مجھے اسے کہنے کی ضرورت ہے کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔

میں اسے کہہ بھی دوں اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ مجھے انکار کر دے گا۔

جس طرح وہ مجھے دیکھ کر۔۔۔۔۔

واشروم کے دروازے پر آہٹ محسوس کر کے رملہ تیزی سے پیچھے ہٹی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ سیکنڈز میں اپنے چہرے کے تاثرات درست کرنے کا فن وہ نہیں جانتی تھی۔

آخر کون تھا وہ جسے نایاب پسند کرتی ہے؟ کیا عمر ہے وہ؟ وہ مضطرب انداز میں سوچ رہی تھی۔

رملہ کیا ہوا آپ اس ٹائٹیم یہاں بیٹھی ہو! اسکی ممانے پوچھا۔

کچھ نہیں ممانے میں جارہی ہوں بس! وہ ابھی کمرے میں جانا نہیں چاہتی تھی لیکن مجبوری میں چلی گئی۔

کمرے کی لائٹ آف تھی اور نایاب کمرے اور اڑھے سو رہی تھی۔ شاید وہ اس لئے جلدی سو گئی کہ وہ رملہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ فلحال رملہ بھی اس سے بات نہیں کرنا چاہتی۔

رملہ نے سکون کا سانس لیا اور اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ پھر یکدم کچھ یاد آنے پر اٹھی اور وہیں بیٹھے ہوئے سر آگے کر کے نایاب کے سائیڈ ٹیبل پر دیکھا جہاں سے اب وہ ڈائری غائب تھی

پورچ میں کرنل ذوہیب کی گاڑی کھڑی دیکھ کر جگنو بے اختیار کراہی۔

افسوس یہ مجھے بتا کر بھی تو آسکتے تھے نہ۔ اس نے منہ بگاڑ کر سوچا اور خود کو اندر کی صورتحال کیلئے تیار کیا۔

مگر اندر آکر وہ پہلے حیران اور پھر پریشان ہو گئی۔

اسکے بابا چلچو اور احمر بھائی کرنل ذوہیب سے باتوں میں مشغول تھے۔

وہ سلام کر کے کچن میں آئی تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دادی کچن میں کام کر رہی تھی دادی کے چہرے پر خوشی دیدنی تھی۔

یہ سب ہو کیا رہا ہے۔ اس سے چکراتے ہوئے سر کے ساتھ سوچا۔

اس کے مطابق تو کرنل ذوہیب کے والد اور اسکے دادا میں تنازعات تھے اور ایک طویل عرصے سے ان کے درمیان کوئی رابطہ نہیں تھا اب ایک دم نے سب اتنا نارمل اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سر درد کا کہہ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

جگنو! دادی بلا رہی ہیں! افنان نے اسکے کمرے میں جھانکا اور کہہ کر واپس چلا گیا۔ وہ اپنا دوپٹہ اٹھا کر کندھے پہ ڈالتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی۔

سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دادی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

ذوہیب انکل چلے گئے؟ اس نے پوچھا۔

یہ انکل کیا ہوتا ہے چاچا ہے تمہارا! بیٹا ہے میرا، چلو بولو! دادی نے خفگی سے کہا۔

اچھا چھوڑو اس بات کو میں نے ایک ضروری بات کرنی ہے جگنو سے۔ دادی سنجیدگی سے بولی۔

جی دادی! جگنو فرمانبرداری سے بولی۔

ذوہیب نے اپنے بیٹے کیلئے جگنو کی بات کی ہے اور میں نے ہاں کہہ دیا ہے۔

سب نے چونک کر دادی کی طرف دیکھا جبکہ دادی کا اطمینان قابل دید تھا۔

جگنو نے بے اختیار دانت پیسے۔

اور ماہرہ کا کیا؟ جگنو نے دادی سے پوچھا۔

ماہرہ کیلئے ہیں ہم سب۔ دادی نے اطمینان سے کہا۔ سب لوگ خاموشی سے دادی پوتی کی گفتگو سن رہے تھے۔

ہاں تمہیں کوئی اور پسند ہو تو بتا سکتی ہو۔ دادی مزید گویا ہوئی۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں شادی تبھی کروں گی جب احمر بھائی شادی کر کے ماہرہ کیلئے کسی کو لائیں گے۔ جگنو اٹل لہجے میں بولی اور بغیر کسی کی طرف دیکھے لاونج سے نکل گئی۔

جگنو کے لاونج سے نکل جانے کے بعد سب خاموش ہو گئے لیکن سوالیہ نظریں احمر پر جمی ہوئیں تھیں۔

اب کیا کرنا ہے؟ دادی نے بالآخر سوال پوچھا احمر سے۔

کرنا کیا ہے شادی ہی کروں گا جیسا کہ جگنو بول کر گئی ہے۔ احمر کی بات پر سب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

شکر ہے تم کو بھی عقل آگئی۔ دادامی بولیں۔

دیکھنا کیسی اچھی اور فرمانبردار بہو ڈھونڈوں گی۔

اسکی ضرورت نہیں ہے۔ احمر بولا

تمہیں کوئی پسند ہے کیا؟ دادی نے کہا تو احمر نے دادی کی طرف عجیب نظروں سے دیکھا۔

اس سے اچھی کیا بات ہو سکتی۔ دادی نے گڑبڑا کر کہا۔

میں بتاؤں گا آپ سب کچھ مگر ابھی نہیں۔

پچھلے دو تین دن سے اسکے سر میں درد ہو رہا تھا بخار بھی تھا۔ وہ سی ایم ایچ چلی آئی کہ دوا لے لے اور اسکی دوست کی والدہ بھی ایڈمٹ تھی، تو نایاب نے گے ہاتھ دونوں کام نیٹانا چاہے۔

وہ راہداری میں کھڑی تھی جبھی اس کے نام کی پکار پر ساکت ہو گئی۔ وہ نامحسوس انداز سے مڑی سامنے ہی وہ کھڑا تھا۔ آرمی کے مخصوص یونیفارم جو کہ کسی میجر کا ہوتا ہے، میں ملبوس تھا۔ اسکے ساتھ دو تین ڈاکٹر اور بھی تھے۔ وہ آواز پیچھے سے آتے ایک جونیئر ڈاکٹر نے دی تھی جو کہ یونیفارم کے بجائے عام کپڑوں اور سفید اور آل میں ملبوس تھا۔

ڈاکٹر احمر یہ وہ فائل جو آپ نے منگوائی تھی۔ وہ ڈاکٹر جو شاید بھاگتے ہوئے آیا تھا ہانپتے ہوئے بولا۔

ڈاکٹر احمر کی نظر بھی سامنے کھڑی لڑکی پر پڑ چکی تھی جبھی وہ سب سے ایکسکیوز کرتے ہوئے اسکی طرف بڑھے۔

نایاب کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کوئی خواب نہیں حقیقت ہے۔ وہ شخص جو اس پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا وہ اس کیلئے اپنی مصروفیت چھوڑ رہا ہے۔

ہیلو نایاب! اسکو میرا نام یاد تھا، نایاب نے سوچا۔

ہیلو مادام! کن خیالوں میں گم ہیں؟ احمر نے ہاتھ لہرا کر کہا۔

کہیں بھی نہیں! نایاب نے اتنی آہستہ آواز میں کہا کہ احمر بھی بمشکل ہی سن سکا۔

فری ہو؟ نایاب نے اسکے سوال پر حیرت سے دیکھا۔

اب ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔

ہاں فری ہی ہوں۔ نایاب نے اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے کہا۔

اگر تم مائنڈ نہ کرو تو کیا کچھ دیر بات کر سکتے ہیں ہم؟ احمر نے محتاط لہجے میں کہا۔

Classic Urdu Material

شیور! نایاب کے کہنے پر وہ اسے انتظار کرنے کا کہہ کر پندرہ منٹ کیلئے غائب ہو گیا۔

وہ لوگ شہر کے مشہور ریسٹورنٹ بیٹھے تھے۔

نایاب بے چینی سے اپنے ایک ہاتھ کی پست کو دوسرے ہاتھ سے رگڑ رہی تھی اسکا ہاتھ سرخ ہو چکا تھا۔

نایاب کیا ہو گیا ہے! بی ریلیکس! احمر نے پانی کا گلاس اسکی طرف بڑھا کر کہا۔

کیا بات کرنی تھی آپکو؟ نایاب نے پوچھا۔

نایاب ویل یو میری می؟ احمر کے اتنے ڈائریکٹ سوال پر پانی پیتی نایاب کو اچھو لگ گیا۔

ویلے تو پرپوز تمہیں کرنا چاہیے تھا مجھے! احمر نے شوخی سے کہا۔

اتنی سٹریل شکل بنا کر رکھتے ہیں کس میں اتنی ہمت کہ بات کرے آپ سے۔ نایاب کہاں کسی کی رکھنے والی تھی۔

چچ بات کرنے ہمت نہیں ہے خواب دیکھتیں ہیں ساتھ رہنے کے! احمر نے چڑانے کے انداز میں کہا۔

ایسی کوئی بات نہیں آپ دیکھیے گا کیسا جینا حرام کر دوں گی آپکا! نایاب نے ناک چڑھا کر کہا۔

ہاں اندازہ تو ہے مجھے اس چیز کا! احمر سنجیدگی سے بولا۔ اسلئے میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کسی میچپور لڑکی کو لانا چاہتا تھا۔

تو پھر اب کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ نایاب سے ابرو اچکا کر پوچھا۔

یار تم واحد ہو جسکو شکل سے ہی پہچانتا ورنہ اور کسی کا خیال ہی نہیں تھا دماغ میں۔ اب شادی کا سوچا تو تم ہی آئی ذہن میں۔ احمر کے بیچاگی بھرے انداز پر نایاب مسکرا دی۔

نایاب تمہارے پیرینٹس مان جائیں گے؟ احمر نے پوچھا۔ آئی مین انکو اعتراض نہ ہو میرے میرڈ ہونے پر اور مائرہ پر۔۔۔۔۔

بات کروں گی عمر سے میں کہ وہ بات کرے ماما بابا سے ویلے بھی وہ آپ سے ملیں گے تو دیکھنا امپریس ہو جائیں گے۔

بابا! مائرہ احمر سے لپٹ گئی احمر نے حیران ہو کر دیکھا جبکہ نایاب دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کس کے ساتھ آئی ہو؟ احمر نے مائرہ سے پوچھا۔

اواہ مائرہ تم یہاں ہو!

سامنے جگنو افنان اور ارمغان تھے۔

اب سب بوکھلائی ہوئی نایاب کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بھابی! جگنو سے سوالیہ انداز میں احمر کی طرف دیکھا۔

احمر نے سر ہاں میں ہلا دیا۔

ہیلو بھابھی ہم دونوں آپکے دیور ہیں۔ افنان نے شوخی سے کہا۔

اور یہ آپکی ایک عدد خوبصورت سی نند ہے۔ ارمغان نے جگنو کی طرف اشارہ کیا۔

چلو ہم لوگ چلیں جگنو نے ان کو کہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ دونوں شروع ہو جائیں تو بس کرنے کا نام نہیں لیتے۔

ان کے جانے کے بعد نایاب نے سر اٹھا کر دیکھا تو احمر بڑے ریلیکس انداز میں بیٹھا تھا۔

میرا بچپن امی سے زیادہ تائی کے ساتھ گزرا ہے میں تائی جان کے کمرے کی طرف ہی بھاگتا تھا۔ کرنل ذوہیب جگنو کی شان میں زمین آسمان ایک کر دینے کی بعد اب اپنی تائی کے قصے سنا رہے تھے۔ انکے ساتھ رملہ بینش اور سارہ اور نایاب تھے۔ عمر دوسری گاڑی کو ڈرائیو کر رہا تھا۔ جس میں اسکے ماموں مامی اور فاطمہ (عمر کی ماما) تھے۔ ان سب کی دعوت آج جگنو لوگوں کی طرف تھی۔

بابا عمر بھائی کو کیسے پتا چلے گا کہ وہ لوگ آپکے رشتے دار بھی ہیں۔ سارہ نے بے چینی سے پوچھا
کیونکہ عمر یہ قصے سننے سے محروم رہ گیا تھا اسلئے اسے فکر لاحق ہوئی۔
بیٹا جی سب پتہ چل جائے گا آپ صبر رکھیں بس اور یہ ہم پہنچ گئے۔

وہ سب لوگ لاونج بیٹھے ہوئے تھے۔ جگنو ارمغان اور افنان سب کو جوس اور باقی لوازمات سرو کر
رہے تھے۔

نایاب جو پہلے احمر کو دیکھ کر حیران تھی اب اسکا دھیان احمر سے ہٹ کر عمر پر چلا گیا تھا، جو کہ
فون سننے کے چکر میں باہر کھڑا تھا۔

وہ جگنو کو بغور دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ جگنو بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ مگر وہ جانتی تھی کہ عمر اپنی
کلاس فیلو کو پسند کرتا ہے۔ اس نے اپنے دماغ سے ہر سوچ کو جھٹکا۔

عمر ارمغان اور افنان کے ساتھ باتوں میں مشغول تھا جب وہ اندر آئی۔
افنان دادی بلا رہی ہیں۔

نسوانی آواز پر عمر نے سر اٹھا کر دیکھا۔

سفید کپڑی اور سفید پرنٹڈ قمیض میں ملبوس سیاہ بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا کیے وہ خالص گھریلو حلیے میں تھی۔

عمر بے جو سر اٹھا کر دیکھا تو دوبارہ جھکا نہ سکا مگر وہ اسکی صرف دیکھے بغیر ہی واپس جا چکی تھی۔

ساتھ بیٹھی فاطمہ) اسکی ماما (نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔

آپکو پتا تھا پہلے سے؟ عمر نے کہا۔

نہیں یہاں آنے کے بعد ہی پتا چلا ہے۔ فاطمہ بے حد مسرور لہجے میں بولی۔

ہر طرف سفید اور آل پہنے لوگوں کی چہل پہل تھی یہ منظر آنکھوں کس قدر بھلا لگ رہا تھا یہ کوئی جگنو سے پوچھتا۔

آج اسکا میڈیکل کالج میں پہلا دن تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ٹھلتی ہوئی آرہی تھی جبھی ایکدم سے اسکی نظر ہاتھ پر بندھی ریسٹ وایچ پر پڑی تو اسے جھٹکا لگا کلاس شروع ہو چکی تھی وہ تقریباً بھاگتی ہوئی کلاس کے دروازے کے قریب پہنچی۔ جبھی اسکی نظر پروفیسر پر پڑی جو کہ فون کان کو

لگائے کلاس سے باہر نکلے۔ اب اسے پروفیسر سے پہلے کلاس میں پہنچنا تھا ورنہ اسکی خیر نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ پروفیسر کسی صورت بخشنے والے نہیں ہیں اور اسکو تو بالکل نہیں۔

پتہ نہیں کون سے ماموں ہوتے ہیں جو سفارشیں کرتے ہیں انکو تو بس بھانجی پر تشدد کرنا آتا ہے۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی تیزی سے کلاس میں داخل ہوئی۔ لڑکیوں والی قطار پوری بھری ہوئی تھی وہ دوسری قطار سامنے رکھی دو کرسیوں میں سے ایک کرسی خالی تھی۔ وہ دھپ سے اس کرسی پر بیٹھ گئی۔

ساتھ والی کرسی پر بیٹھا عمر جو کہ ایک رجسٹر پر کچھ لکھ رہا تھا اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سیاہ جینز اور سیاہ ٹی شرٹ اور سفید اور آل میں پہنے ہوئے تھی۔ سیاہ بالوں کی اونچی پونی بنائے ہوئے تھی۔ چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔

پروفیسر نے کچھ پڑھایا تو نہیں ابھی؟ جگنو نے اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پیتے ہوئے کہا اسکے انداز پر عمر حیران رہ گیا کہ وہ اسقدر شناسائی سے پوچھ رہی تھی۔

نہیں ابھی تو کلاس میں آکر بس سلام ہی لیا تھا

تھینک گاڈ! جگنو بے اختیار بولی۔

بالے داوے آئی ایم عمر ذوہیب شاہ! عمر نے تعارف کروایا۔

! اینڈ آئی ایم جگنو فرزام شاہ

پروفیسر آگئے چپ چپ !!! جگنو نے جلدی سے کہا۔

جگنو ہر ایک سے بہت اچھے سے بات کرتی تھی لیکن وہ دوست نہیں بناتی تھی۔
عمر سے بھی اسکی اچھی سلام دعا ہوگئی تھی کیونکہ عمر کافی ذہین لڑکا تھا اکثر وہ اسڈی ڈسکشن کرتے تھے۔

لیکن عمر نے ایک سمسٹر کے بعد میڈیکل چھوڑ دیا تھا وجہ کیا تھی یونیورسٹی میں کوئی نہیں جانتا تھا، کیونکہ عمر کا کسی سے بھی رابطہ نہیں تھا۔

دوسری طرف عمر کا دل میڈیکل مین نہیں لگا تھا اس نے آرمی جوائن کر لی تھی۔

کالج چھوڑتے وقت اسکے ذہن میں جگنو کے متعلق کچھ بھی نہیں تھا۔

یہ سب ٹریننگ کے درمیان ہوا تھا جب اسکی ٹریننگ کے چھ مہینے گزر گئے تھے تب اس نے وہ اسکیج بنانے شروع کیے تھے اور تب سے ہی وہ لاشعوری طور پر جگنو کو سوچتا رہا تھا۔

پاس آوٹ ہونے کے بعد اس نے جگنو کی انفارمیشن نکلوائی جس چیز نے اسے پریشان کر دیا وہ جگنو کا اسکا کزن ہونا تھا۔ جگنو اسکے بابا کے کزن کی بیٹی تھی۔ انکے درمیان کچھ مسائل تھے جو کافی گھمبیر تھے جبھی وہ لوگ اتنا قطع تعلق کر کے بیٹھے تھے (مگر عمر نہیں جانتا تھا مسائل صرف اسکے دادا اور جگنو کے دادا کے درمیان تھے)۔

عمر نے جگنو کو اپنے دماغ سے نکال دینے کو پوری کوشش کی لیکن وہ اسکے لاشعور میں اب بھی موجود تھی۔

جگنو نے دادی کو سائیڈ پر بلا کر نایاب اور احمر کے بارے میں بتا دیا۔ دادی نے سب سے بات کی کیونکہ اب احمر خاندان کا تھا تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا یوں نایاب اور احمر کی شادی ایک ماہ بعد طے کر دی گئی۔ جبکہ عمر اور جگنو کی شادی کو کچھ عرصہ کے کئے ملتوی کر دیا تاکہ ماثرہ نایاب سے اچھی طرح ایچ ہو جائے۔

جگنو پہلے تو عمر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی مگر جب اسے یاد آیا کہ ذوہیب انکل کا ایک ہی بیٹا ہے یعنی اسی سے اسکی شادی طے ہوئی ہے تو ذرا خاموش ہو گئی۔

جگنو بہت سویٹ ہے احمر! اس نے ہماری مشکل آسان کر دی۔ نایاب جو اس سے فون پر بات کر رہی تھی بولی۔

آخر بہن کس کی ہے۔۔۔۔ احمر شوخی سے بولا۔

احمر وہ مجھے پوچھنا ہے آپ سے مائیڈ مت کیجئے گا۔ نایاب محتاط لہجے میں بولی۔

ہاں بولو۔ احمر لاپرواہی سے بولا۔

آپ مائیڈ نہیں کریں گے ناں۔ نایاب کے انداز میں کچھ تمھاکہ وہ ٹھٹھک گیا۔

تم سوہا) اسکی پہلی بیوی (کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟

ہاں

کیا؟

آپ اس سے محبت کرتے تھے؟

ویل لو میرج نہیں تھی میری۔ احمر نے گول مول جواب دیا۔

آپ محبت کرتے تھے یا نہیں؟

نایاب پلیز اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں سوہا کی برائیاں کروں گا تم سے تو ایسا کچھ نہیں ہے۔ زہر لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو بیک اپ یا طلاق کے بعد ایک دوسرے پر کچھڑا اچھالنا شروع کر دیتے ہیں۔

۔ وہ اچھی لڑکی ہے، بیوی تھی میری جتنا وقت گزرا اچھا گزرا جب اختلافات پیدا ہوئے تو ہم لڑے جھگڑے نہیں ختم کر دیا سب۔

ہاں اگر تم کو ان سیکیورٹی فیل ہو رہی ہے کہ میں تمہیں اسکی مثالیں دوں گا یاں پھر میں اسکی وجہ تمہیں امپورٹینس نہیں لے گی یا پھر ہمارے گھر کا کوئی بھی فرد تم سے اسکی باتیں کرے گا تو میں گارنٹی دیتا ہوں کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

اور اگر مجھے اس کی ضرورت ہوتی تو میں اسے چھوڑتا ہی نہیں۔ بس بات یہیں ختم ہو جاتی ہے تمہیں میرے اور اسکے تعلق کو ڈسکس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے لئے اتنا کافی ہونا چاہیے کہ وہ میری کچھ بھی نہیں ہے کچھ بھی نہیں اور میں اسکے لئے اب کچھ بھی محسوس نہیں کرتا نفرت، محبت، دکھ، افسوس کچھ بھی نہیں جو ہوا وہ ہمارے لئے یہی بہتر تھا۔

خیر آئندہ اسکا ذکر ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔

پرامس۔ نایاب بولی۔ تم ناراض تو نہیں ہو گئے۔

نہیں بالکل بھی نہیں اچھا ہوا یہ سب کلئیر ہو گیا۔ احمر بولا۔

ماثرہ بہت ایکسائٹیڈ ہے اپنی نئی ماکیلے۔ احمر نے بات کا رخ موڑ دیا اور نایاب کو پتہ بھی نہیں چلا۔

بہت پیاری بچی ہے جگنو! فاطمہ نے عمر کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہو کہا۔ عمر انکی گود میں سر رکھ کر لیٹا ہوا تھا۔

آئی نو ماما۔ میں بہت بہت بہت خوش ہوں بلکہ خوش تو ایک بہت چھوٹا لفظ ہے، ایسے اتفاق زمیں پر بھی ہوتے ہیں میں حیران ہوں۔

ہاں بھئی برخوردار کیسا لگا ہمارا سرپرائز! کرنل ذوہیب کی آواز پر دونوں ماں بیٹے نے چونک کر دیکھا۔ کونسا سرپرائز؟ عمر نے نا سمجھی سے کہا۔

آپکو کیا لگتا ہے چوری چوری اسکیچ بناتے رہو گے اور ہمیں پتا نہیں چلے گا بس آپکی ماما کو ہی پتا چلے گا۔

عمر نے پہلے تو شاکی انداز میں دیکھا پھر ان سے لپٹ گیا۔

ڈیڈ آئی لو یو۔ عمر کی محبت بھرے انداز میں کہا۔

بیٹا میں جگنو نہیں ہوں۔۔۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔۔۔ عمر چلایا اور کرنل ذوہیب اور فاطمہ کے قہقہے بلند ہو گئے

نایاب میں 15 منٹ میں پہنچ رہی ہوں! برائیل ڈریس لینے چلیں گے آج! جگنو نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے فون پر کہا۔

اوکے تم پھپھو کی طرف آجانا۔ نایاب نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

جگنو! عمر تمہیں پسند کرتا ہے! ماہم! اسکی پھپھو کی بیٹی (نے وہیں سے بات شروع کی جہاں نایاب کو کال کرنے پر چھوڑی تھی۔

ایسا کچھ نہیں ہے ماہم تم کو غلط فہمی ہوئی ہے

ایسا ہی ہے جگنو تم نے اسکی آنکھوں میں چمک نہیں دیکھی کیا جب وہ تمہارے سامنے ہوتا ہے!!!

ماہم میں کوئی خوش فہمی نہیں پالتی۔

جگنو نے چٹخ کر کہا۔

تو تم انکار کر دو نہ اگر نہیں خوش تو۔۔۔

ماہی میں انکار نہیں کر سکتی ذوہیب انکل کتنے اچھے ہیں میں دل نہیں توڑ سکتی انکا۔
ہاں تو بس پھر مطمئن ہو جاؤ نہ۔

نہ ہو پارہی میں ماہی میں کسی کے گھر بغیر بلائے نہیں گئی یہ تو کسی کی زندگی ہے مطلب کوئی
امپوٹینس ہی نہیں ہوگی عمر کی نظر میں میری۔

لیو دس ٹاپک۔ بات کرتے کرتے جگنو نے کہا۔ باقی کا سفر خاموشی سے کٹا۔

وہ کرنل ذوہیب کے گھر لاؤنج میں نایاب کیساتھ بیٹھی تھیں۔ جی نایاب بولی۔

جگنو اگر میں تم سے کچھ کہوں تو تم مانو گی؟

جگنو نے نا سمجھی سے نایاب کی طرف دیکھا۔

ماہی تم رکو میں ہم آتے ہیں۔ نایاب کہتے ہوئے جگنو کا ہاتھ پکڑ کر ایک کمرے کی طرف گئی تم چلو

میں دو منٹ میں آئی نایاب اسکو دھکیل کر بولی جبکہ جگنو ساکت تھی سامنے بہت خوبصورت

پینٹنگ لگی ہوئی تھی اسی کا چہرہ پینٹ کیا گیا تھا جابجا اسکے چھوٹے بڑے اسکیچز بھی گے ہوئے

اس سمجھنے میں لمحہ بھی نہیں لگا کہ یہ کس کا کمرہ ہے۔

تمہیں یاد ہے یونیورسٹی میں ایک بار میں نے مذاق میں تمہارا اسکیچ بنایا تھا۔ جگنو نے سر اثبات میں ہلایا۔

اس دن کے بعد میں تمہارے چہرے کے سوا کچھ نہیں بنا سکا۔

جگنو نے حیرت سے پلٹ کر دیکھا۔

کیا تم مجھے زندگی بھر خود کو پینٹ کرنے کا موقع دو گی۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بولا۔

جگنو اسکے انداز پر کھلکھلا دی۔

یعنی ماہم ٹھیک کہہ رہی تھی! جگنو بولی۔

ہاں وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔

تمہیں کیسے پتا؟ جگنو نے حیرت سے پوچھا۔

وہ مجھے بتا چکی ہے سب۔۔۔۔

تم کو اعتراض تھا نہ کہ میں نے کبھی تمہیں اس بارے میں کچھ کہا نہیں۔

جگنو نے نفی میں سر ہلایا۔

محبت یوں بھی ہوتی ہے۔

کبھی کچھ نہ کہا جائے۔

حفاظت ایسے کی جائے

کہ جیسے راز ہو کوئی

کسی پر سوز سینے میں

کہ جیسے ساز ہو کوئی

چھپایا یوں اسے جائے

جو دل میں سیپ کے موتی

کوئی کہہ دے اسے جا کر

یہ بھی انداز الفت ہے

طریق مہر چاہت ہے

کوئی رمز محبت ہے

کوئی کہہ دے اسے جا کر

محبت یوں بھی ہوتی ہے

محبت یوں بھی ہوتی ہے۔

عمر کے یوں شعر پڑھنے جگنو کے گال سرخ ہو گئے۔

دس منٹ ہو چکے ہیں ہم اندر آرہے ہیں۔ نایاب کے بلند آواز پر عمر نے گہرا سانس لے کر اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔

تماری بھاوج کا لاؤڈ سپیکر نہیں بند ہو سکتا۔ عمر نے جل کر کہا تو جگنو کا قہقہہ بلند ہوا۔

ختم شد